





- الٰہی! میں عثمانؓ سے راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو جا۔
- عثمانؓ! خداوندِ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے ظاہر اور چھپے اور روزِ قیامت تک ہونے والے تمام گناہوں کی مغفرت فرمائے۔
- عثمانؓ میری اُمت میں سب سے بڑھ کر شرمیلے اور باعزت آدمی ہیں۔
- عثمانؓ جنتی ہیں۔
- عثمانؓ شرمیلی طبیعت کے آدمی ہیں، ملائکہ بھی ان سے شرماتے ہیں۔
- عثمانؓ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔
- عثمانؓ! خداوند تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ دُنیا سے تم مصیبت اٹھاؤ گے، لیکن دُنیا والوں کو تم سے کوئی مصیبت نہ ہو گی۔
- عثمانؓ! میرے بعد تم ابتلا کے دور سے گزرو گے، لیکن مقابلہ ہرگز نہ کرنا۔

احادیث الرسولؐ

انتظار حسین اسعد قادری

دُعا کا مقام اور اس کی عظمت

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ ثُمَّ قَرَأَ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۔

رواہ احمد والترمذی

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُعا عین عبادت ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے سند کے طور پر یہ آیت پڑھی۔ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ الخ (تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دُعا کرو اور مانگو میں قبول کروں گا اور تم کو دوں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے متکبرانہ روگردانی کریں گے ان کو ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جانا ہو گا)۔

تشریح: اصل حدیث صرف اتنی ہے کہ آپ نے فرمایا دعا عین عبادت ہے۔ غالباً حضورؐ کے اس ارشاد کا منشا یہ ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ بندے جس طرح اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے دوسری محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں اسی طرح کی ایک کوشش دُعا بھی ہے جو اگر قبول ہو گی تو بندہ کامیاب ہو گیا اور اس کو کوشش کا پھل مل گیا اور اگر قبول نہ ہوئی تو وہ کوشش بھی رائیگاں گئی بلکہ دُعا کی ایک مخصوص نوعیت ہے اور وہ یہ کہ وہ حصولِ مقصد کا وسیلہ ہونے کے علاوہ بذاتِ خود عبادت ہے اور عین عبادت ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔

تَرْجُمَہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

تشریح، عبادت کی حقیقت ہے اللہ کے حضور میں خضوع و تذلل اور اپنی بندگی و محتاجی کا مظاہرہ اور دُعا، کا جزو و کل اور اول و آخر اور ظاہر و باطن ہی ہے۔ اس لیے دُعا بلا شبہ عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

• حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے یہاں کوئی چیز اور کوئی عمل دُعا سے زیادہ عزیز نہیں۔

• حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لیے دُعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ کو سوالوں اور دُعاؤں میں سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندے اُس سے عافیت کی دُعا کریں یعنی کوئی دُعا اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ محبوب نہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرے جو (کسی مصیبت میں) گرفتار تھی تو (انکی حالت دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دُعا نہیں مانگا کرتے تھے۔

نقطۂ نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳۱ شمارہ ۹

— بیاد —
جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ
حضرت مولانا عبیداللہ انور
نور اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا محمد اجمل قادری
مدظلہٗ

— مجلس ادارت —
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی: ۲/- روپے

پاکستان میں بذریعہ ——— ڈاک
سالانہ ۵۲۔ شمارے ۸۰/- روپے
ششماہی ۲۶۔ شمارے ۴۵/- روپے

۲۷، ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ

کلیدی عہدے، قادیانی

اور ——— وزیر خزانہ

وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق نے قومی اسمبلی کے معزز ارکان کے استفسار پر مملکت خداداد پاکستان کے کلیدی عہدوں پر فائز قادیانی افسروں کی ایک فہرست قومی اسمبلی کے اجلاس میں پیش کی ہے۔ یہ فہرست اور وزیر موصوف کا اس موقعہ پر دیا گیا اخبارات میں شائع شدہ بیان خدام الدین کے دوسرے صفحات پر مِن وعن شائع کیا جا رہا ہے۔ وزیر خزانہ نے قادیانی افسروں کی جو لسٹ قومی اسمبلی کے ارکان کے سامنے پیش کی ہے وہ نامکمل اور ادھوری ہے جس کا انہوں نے اپنے بیان میں خود اعتراف کیا ہے کہ یہ صرف ان قادیانی حکام کے نام ہیں جنہوں نے خود کو قادیانی ظاہر کیا ہے۔ ہمارے خیال میں وزیر خزانہ نے ادھوری فہرست پیش کر کے قومی اسمبلی کے ارکان کے استحقاق کو مجروح کیا ہے کہ انہوں نے معزز ارکان کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کرنے کی ذمہ داری پوری نہیں کی — نیز انہوں نے اپنے بیان میں یہ کہہ کر قادیانیوں کی وکالت اور اُن سے اظہار مروّت کیا ہے کہ حکومت بلا تخصیص مذہب یا فرقہ ملازمتیں فراہم کرنے کی پابند ہے۔ انہوں نے کہا حکومت سرکاری ملازمتوں کے معاملہ میں کسی سے کسی نوعیت کا امتیاز نہیں کرے گی۔ اس معاملہ میں انہوں نے آئین کی شق کا حوالہ بھی دیا۔ وزیر خزانہ نے جان بوجھ کر اگر یہ بیان نہیں دیا تو ہم اللہ تعالےٰ سے اُن کی ہدایت کے لیے دُعا کرتے ہیں کہ سرکاری حساب کتاب کی مہارت کے ساتھ ساتھ آخرت کے حساب کتاب کا خوف بھی انہیں نصیب ہو جائے اور فرد مذکور اگر اس ہدایت کا مستحق نہیں ہے تو اللہ تعالےٰ پاکستان کو جلد از جلد اُن کے اقتدار کے مکروہ سائے سے نجات عطا فرمائے۔ یہ دُعا ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ وزیر خزانہ کی جاری کردہ لسٹ میں انہوں نے اپنا نام شامل نہیں کیا اور اگر وہ یہ بیان قادیانی حکام

ناشر: میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

کی فہرست میں اپنا نام شامل کر کے جاری کرتے تو ہم اُن کے لیے مذکورہ دُعا نہ کرتے۔ وزیرِ خزانہ کی خدمت میں صرف اتنا عرض کر دینے ہی پر ہم اکتفا کرتے ہیں کہ جس طرح برصغیر پر انگریز کا اقتدار ناجائز اور کھُلا ظلم تھا اسی طرح برطانوی سامراج کے پِٹھو اور قادیانی کذّاب کے متبع افسروں کی پاکستان پر حکمرانی اور حضور خاتم النبیّین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت ختم نبوّت پر ایمان رکھنے والوں پر اُن کا تسلّط بھی ظلم ہے، نظریۂ پاکستان سے غدّاری ہے اور دُنیا بھر کے مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کے لیے کھُلا چیلنج ہے۔

(۲)

آنجہانی ظفر اللہ

- حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ختمِ نبوّت کا دشمن
- ملک و ملّت کا غدّار
- برطانوی اِستعمار کا شاطر پِٹھو

گذشتہ دنوں پاکستان کا پہلا اور مرزائی وزیر خارجہ سر محمد ظفر اللہ مر گیا۔ ربوہ کے علاوہ لاہور میں بھی اس کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

ہمیں اعتراف ہے کہ قادیانیت نواز ان نام نہاد مسلمان لیڈروں اور حکّام کے ناموں کی فہرست تیار نہ کر سکے جو حنیف رامے کی طرح اپنے تئیں سیکولر اور سامراج دشمن ہونے کے مدعی ہیں مگر برطانوی سامراج کی ساختہ قادیانی نبوّت کاذبہ کی تحریک کو بُرا نہیں سمجھتے اور قادیانی بڑوں کو وہ باعظمت قرار دیتے ہیں مگر جن لوگوں نے سر ظفر اللہ کے انتقال پر صدمے کا اظہار کیا ہے۔ ان میں ایم آر ڈی کے لیڈروں کے علاوہ اسلام کے ٹھیکیدار و حکمران بھی شامل ہیں۔ صدر ضیاء الحق اور وزیر اعظم جونیجو بھی سوگواروں کی قطار میں ہیں۔ ایس۔ ایم ظفر کو صدمہ ہُوا ہے ایم۔ آر۔ ڈی اور پیپلز پارٹی کے لیڈر یحییٰ بختیار نے کوئٹہ سے اظہار تعزیت کیا ہے۔ غلام مصطفیٰ جتوئی جذبات غم سے نڈھال ہو کر اظہار تعزیت کے لئے ظفر اللہ خان کے داماد کے گھر جا پہنچے۔ لاہور جنگ نے ان لیڈروں اور قادیانیوں کو یہ خبر شائع کر کے خوش کیا کہ ظفر اللہ جب بھی ہوش میں آیا نماز کا وقت پوچھتا رہا۔ ایرانی شیعہ حکومت کی تعریفوں میں رطب اللسان لاہور کے قانون دان افضل حیدر نے ظفر اللہ کی خدمات گنوانے ہوئے قائد اعظم کو سیکولر قرار دینے کی کوشش کی۔ اس مضمون کو جنگ لاہور نے نمایاں جگہ دی۔

افضل حیدر نے لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے اجلاس میں جو ملک سعید حسن کی صدارت میں ہُوا مرزا غلام احمد قادیانی کے اس چہیتے کے لئے تعزیتی قرارداد منظور کروائی جس میں ظفر اللہ کے لئے دو مرتبہ "مرحوم" کا لفظ استعمال کیا گیا۔ بعض ممبران نے اس قرار داد سے اختلاف کیا لیکن

وزیر اعظم جونیجو کی صدارت میں منعقدہ وفاقی کابینہ کے اجلاس میں شریک وزراء نے متفقہ طور پر ظفر اللہ کی خدمات کو سراہا اسے مرحوم کہہ کر تعزیتی پیغام بھیجنے کا فیصلہ کیا —— تف! یہ لیڈر اور حکمران "ایں خانہ ہمہ محوِ خواب است"۔ حقیقت یہ ہے کہ آزادی کے بعد ظفر اللہ خان جیسے ملّت فروشوں کو غداری کے جرم میں کیفر کردار تک پہنچنا چاہیئے تھا مگر اسے اسلامی نظریاتی مملکت پاکستان کا وزیر خارجہ بنوا دیا گیا، یہ پاکستان کی تاریخ کا پہلا اور سب سے بڑا المیہ تھا۔ وہ سات سال تک اس منصب کو اسلام کے خلاف اور مرزائیوں کے مفادات کے لئے استعمال کرتا رہا۔ اسی ظفر اللہ نے اپنے عقیدے کے عناد کی بناء پر مسلم افغانستان کے تعلقات پاکستان سے سازگار ماحول میں استوار نہ ہونے دئیے۔ کیونکہ افغانستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مبلّغوں کو سنگسار کر دیا گیا تھا۔ نتیجتہً افغانستان روز بروز بھارت اور روس کے قریب اور پاکستان سے دور ہوتا چلا گیا۔ بعد کے حکمران بھی اس معاندانہ پالیسی پر عمارت استوار کرتے رہے جس کی بنیاد رکھ کر ظفر اللہ نے افغانستان سے حق پرستی کا انتقام لینے کی کوشش کی تھی۔ بالآخر افغانستان روس کا تر نوالہ بن گیا اور ایک سپر طاقت کی مسلح افواج خطرہ بن کر پاکستان کی شمال مغربی سرحدوں تک آ پہنچیں۔

سر ظفر اللہ کو اپنے اقتدار اور برطانوی سامراج کی جانب سے قادیانیت کی تائید و سرپرستی پر بڑا غرور تھا مگر اس نے اپنی زندگی میں ختم نبوت کی تحریکوں کو کامیاب ہوتے، قادیانیت کو ذلیل و رسوا ہوتے، مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار پاتے دیکھا اور وہ دن تو ظفر اللہ خان کے لئے بڑے صدمے کا تھا جب اس کی جماعت کا سربراہ مرزا طاہر پاکستان سے بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔

ظفر اللہ خان حضور اکرم خاتم الانبیاء والمعصومین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمت و ختم نبوت کا دشمن تھا وہ اوّل و آخر قادیانی اور سامراجی پٹھو تھا۔ اس کے لئے اللہ تعالےٰ سے جوارِ رحمت میں جگہ دینے کی دعائیں مانگنے والے موقعہ پرستوں کو کل قیامت کے روز مالک یوم الدین کی عدالت میں مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

(۳)

محرم الحرام میں امن

تحریکِ فقہ جعفریہ اور ایران کے عزائم کیا ہیں؟

چھ ستمبر کے اخباروں میں یہ افسوسناک خبر شائع ہوئی ہے کہ شہر "دائرہ دین پناہ" کے محلہ جعفریہ کے ایک مکان کی دیوار پر صحابہ کرام رضؓ کی شان میں نازیبا عبارت درج کر دی گئی جس سے شہر میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مجلس تحفظ ناموسِ صحابہ رضؓ کے رہنماؤں کی اپیل پر شہر میں دو گھنٹے تک مکمل ہڑتال رہی۔ اسلامیانِ شہر نے صحابہ کرام رضؓ سے اپنی عقیدت و محبت اور دشمنانِ صحابہ رضؓ کی گستاخی کے خلاف نفرت

کے اظہار کے لیے مظاہرہ کیا اور اختتام پر شہر کے بڑے چوک میں دینی رہنماؤں نے خطاب کرتے ہوئے شر پسند عناصر کی پُرزور مذمّت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ مجرموں کو فی الفور گرفتار کیا جائے اور قرار واقعی سزا دی جائے ـــــ ہم "دائرہ دین پناہ" کے محلہ جعفریہ میں صحابہ کرام رضؓ کی ردائے عظمت پر بغض وعناد کی گندگی کے چھینٹے پھینکنے کی دلیرانہ گستاخی پر شدید احتجاج کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ گستاخی ایک بڑے فتنہ وسازش کا پیش خیمہ ہے، اس لیے ہماری حکومت اور علماء کرام کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ حالات کا جائزہ لے کر قوم کی رہنمائی اور ملک کی سلامتی کا فریضہ ادا کرنا چاہیئے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ جب سے ایران میں شیعہ انقلاب برپا ہُوا ہے، پاکستان میں دشمنانِ صحابہؓ کے حوصلے بلند ہوگئے ہیں۔ اُن کی جارحانہ سرگرمیوں میں سو فی صد اضافہ ہُوا ہے اور انہیں تشدّد کی ہر کارروائی میں ایرانی حکومت اور پاکستان میں موجود ایرانی سفارت کاروں کا مکمل اور کھلم کھلا تعاون حاصل رہا ہے۔ پنجاب کے متعدّد شہروں اور کراچی میں کئی مرتبہ محرم الحرام یا دوسرے مواقع پر جب بھی شیعہ جلوسوں اور مظاہروں نے لُوٹ مار مچائی، خونریزی کی اور مال وجائیداد کو نذرِ آتش کرنے کی مجرمانہ کارروائیاں کی ہیں ایران اُن کی پشت پر رہا ہے۔ گودھرا کیمپ کے واقعہ کے بعد ایم۔ ایم۔ جناح روڈ پر کراچی میں جب دھرنا مارا گیا تو "ہم حسینی ہیں ہم خمینی ہیں" کے نعرے بلند کیے گئے۔ نشتر پارک کے قریب منعقدہ اجتماع کو ایرانی رہنما کی ہدایت پر ختم کیا گیا۔ سعودی عرب کے خلاف احتجاج کی تائید میں ایرانی سفارتی ادارے اخبارات کو اشتہارات جاری کرتے رہے۔ ۱۸ مارچ ۸۳ء کو کراچی کے امام باڑوں سے اسلحہ کے ڈھیر پکڑے گئے اور ابھی چھ جولائی کو کوئٹہ کے کوچہ وبازار میں پاکستانیوں کے خون سے ہاتھ رنگین کرنے والے سینکڑوں ایرانیوں کو بھی فقہ جعفریہ والوں کے ساتھ گرفتار کیا گیا جنہیں جانبدار افسروں اور حکام نے جرائم کی سزا دیے بغیر ایران کے سپرد کر دیا اور ایران نے ان ایرانیوں کی گرفتاری اور فتنہ انگیزی کرنے والے عناصر کی سرکوبی کرنے پر پاکستان سے احتجاج کیا جسے حکومت پاکستان نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ "ایران نے ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت کی ہے۔" ہمارا خیال ہے کہ ایران کے ضدی اور مغرور حکام اپنی غلطی کو حسبِ سابق تسلیم نہیں کریں گے اور غیر ملکی ٹکڑوں پر پروان چڑھنے والی نام نہاد مذہبی تحریک "تحریک فقہ جعفریہ" کی پیٹھ ٹھونکتے رہیں گے۔ دائرہ دین پناہ کے محلہ جعفریہ میں اصحابِ نبیؐ کی شان میں کی جانے والی ناپاک جسارت کو ہم اسی پس منظر میں دیکھتے ہیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ "ملّی اتحاد" کے نعروں کی آڑ میں فقہ جعفریہ والے اور ان کے مربیان پاکستان میں فتنہ اٹھانے اور فساد انگیزی کے جرائم کا ارتکاب کریں گے۔ "مؤمن ایک سوراخ سے دو بار ڈسا نہیں جاتا" اور ہماری حکومت بار بار اسی سوراخ سے ڈسی جا رہی ہے۔ اس لیے علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ قوم کی صحیح رہنمائی کر کے فتنہ انگیز قوتوں کے جال میں پھنسنے سے انہیں بچائیں اور حکومت کو چاہیئے کہ بُرے حادثات رونما ہونے کے بعد ٹربیونل قائم کرنے اور مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے پُرتکلف بیانات دینے کے بجائے بُرائی کے سرچشمے کو ابتدا ہی سے بند کرنے کی کوشش کرے تاکہ دائرہ دین پناہ جیسے ایمان سوز اور اشتعال انگیز واقعات کا اعادہ نہ ہو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی توہین کی نحوست اور اللہ تعالےٰ کی ناراضگی اور غضب پاکستان پر نازل [illegible]

انصاری



امام مظلوم سیدنا عثمان رضؓ

اسلام اور مدینۃ الرسولؐ کی حرمت قائم رکھنے کیلئے

آخر دم تک عزیمت واستقلال کا پہاڑ بنے رہے

وہ مظلوم اعظم ہیں جنہیں ظالموں نے قتل کے بعد بھی معاف نہ کیا

کی شہادت کی خبر سن کر حضرت علی رضؓ نے فرمایا:

"جاؤ اب ہمیشہ تمہارے لئے ہلاکت اور بربادی ہے"

جانشینِ امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا٥

ترجمہ: بے شک اللہ مسلمانوں سے راضی ہُوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پھر اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ پس اس نے ان پر اطمینان نازل کیا اور انہیں جلد ہی فتح دی۔

حضرات محترم! اللہ تعالےٰ کا بے حد فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنے عاجز بندوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دین اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ اور ایمان کی دولت سے کائنات میں سرفراز فرمایا۔ قرآن کریم کی جو آیت مبارکہ آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں ان صحابہ کرامؓ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور رضا کا اعلان فرمایا۔ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ نبوّت پر ببول کے نیچے بیٹھ کر حدیبیہ میں اس بات پر بیعت کی تھی کہ وہ حضورؐ کے قاصد اور اسلام کے سفیر حضرت عثمان غنی رضؓ کا کفار مکہ سے انتقام لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ یہ واقعہ ذیقعدہ ۶ھ میں اس وقت ہُوا جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) عمرہ کے ارادہ سے اپنے چودہ سو صحابہ کرام رضؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں خبر ملی کہ کفارِ مکّہ مقابلہ کی تیاری کر رہے ہیں تو نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے داماد اور عظیم المرتبت صحابی حضرت عثمان بن عفّان ذوالنورین رضؓ

کو اپنا اور اسلام کا سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ اہل مکّہ سے اس بارے میں بات کریں کہ ہم جنگ اور لڑائی کے لئے نہیں صرف عمرہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں لہٰذا ہمارے راستے میں رکاوٹ نہ ڈالو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ اہل مکہ کے نزدیک حضرت عثمانؓ سے زیادہ کوئی اور شخص معزز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کی جگہ پھر اسے مذاکرات کے لئے بھیجتے۔ مکہ معظمہ میں قریشیوں نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا اور واپس نہ آنے دیا۔ اور مسلمانوں میں کسی طرح یہ اطلاع مشہور ہو گئی کہ مکّہ والوں نے قاصد پیمبر سفیر اسلام حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے۔ نبی رحمتؐ نے سنا تو فرمایا آؤ میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ عثمانؓ کے خون کا بدلہ اور انتقام لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور تمام صحابہؓ نے حضورؐ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر عہد کیا کہ وہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

اللہ تعالےٰ کو عہد و پیمان کا یہ منظر اتنا پسند آیا کہ اپنے حبیبؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کے لئے اپنی رضا و خوشنودی کا اعلان کر دیا۔ عثمانؓ جو اللہ اور رسولؐ کے کام کے لئے گئے ہوئے تھے یہاں موجود نہ تھے اور انہی کی وجہ سے یہ بیعت ہو رہی تھی۔ مگر اس بیعت میں وہ شریک نہ تھے۔ اس لئے سیدالانبیاءؐ نے اپنا دوسرا ہاتھ اٹھا کر فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ عثمانؓ کی طرف سے اپنے ہاتھ پر میں بیعت کرتا ہوں۔ یہ سعادت صرف حضرت عثمانؓ کو ملی کہ حضورؐ نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور حضرت عثمانؓ یہاں نہ ہوتے ہوئے بھی بیعت کی برکتوں اور رفعتوں کے مستحق قرار پائے۔ اس سے چار سال پہلے ۲ھ میں بھی حضرت عثمانؓ نبوّت کی بارگاہ سے اسی طرح نوازے جا چکے تھے۔ جب میدانِ بدر میں کفر اور اسلام کا پہلا معرکہ برپا ہوا اور نبی الاعظم پیغمبر اسلام کی قیادت میں تین سو تیرہ صحابہؓ نے تاریخ کا رخ بدل ڈالا۔

حضرت عثمانؓ کی اہلیہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی جو ارشادِ نبویؐ کے مطابق حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کی ازواج کے بعد توحید پر ایمان رکھنے والی پہلی خاتون ہیں جنہوں اپنے شوہر کے ہمراہ اللہ کی راہ میں ہجرت کی بیمار تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی وہ عالی مرتبت صاحبزادی ہیں جنہوں نے دو ہجرتیں کی ہیں۔ پہلے ہجرت حبشہ اور پھر ہجرت مدینہ۔ بنتِ رسولؐ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو خسرہ نکل آیا تھا۔ وہ بیمار تھیں۔ حضور

حضرت عثمانؓ عمل و سیرت میں حضورؐ کا نمونہ تھے اور حسن صورت میں
حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حد درجہ مشابہت رکھتے تھے!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ رمضان المبارک کو میدانِ بدر کی جانب روانگی کے موقعہ پر حضرت عثمانؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ان کی تیمارداری کے لئے گھر پر رہنے کا حکم دیا۔ مگر جس روز اسامہ کے والد حضرت زید فتح کی خوشخبری لے کر مدینۃ الرسول واپس پہنچے تو اس وقت بنتِ رسولؐ زوجۂ عثمانؓ حضرت سیّدہ رقیہؓ کو دفن کیا جا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں حضرت عثمانؓ کا موجود نہ ہونا اس لئے تھا کہ ان کی اہلیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ ان کی زوجہ تھیں اور وہ بیمار تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ سے فرمایا تمہیں اس شخص کے برابر ثواب اور حصّہ ملے گا جو بدر میں شریک ہوگا۔ یہ اعزاز حضرت عثمانؓ ہی کو حاصل ہے کہ وہ میدانِ بدر میں نہیں آئے مگر ان کا شمار اصحاب بدر میں ہوتا ہے اور انہیں بدر کے مال کا حصّہ بھی دیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کو رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بے انتہا محبّت اور حضورؐ سے رشتہ داری پر انہیں بے حد ناز بھی تھا۔ اس لئے حضرت سیّدہ رقیہؓ کے انتقال سے حضرت عثمانؓ کو بہت گہرا صدمہ پہنچا ہر وقت پژمردہ و افسردہ رہتے۔ ایک دن انہیں غمزدہ دیکھ کر حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ "اے عثمانؓ! تمہارا یہ کیا حال ہے۔ بہت رنجیدہ و اداس ہو"۔ عثمانؓ نے بارگاہِ نبوّت میں عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! مجھ پر تو وہ مصیبت پڑی ہے جو کبھی کسی پر نہ پڑی ہوگی۔ حضور کی صاحبزادی کی وفات سے میرا گھر ہی صرف نہیں اجڑا میرے دل کی بستی بھی ویران ہو گئی ہے کیونکہ آپؐ سے قرابت کا جو رشتہ تھا وہ ختم ہو گیا اس سے بڑھ کر میرے لئے اور مصیبت کیا ہو گی؟

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کے دل میں ایمان اور محبت کا سمندر موجزن دیکھا تو ارشاد فرمایا۔ "میں اپنی بیٹی امّ کلثوم کو تمہارے نکاح میں دیتا ہوں اور اس کا مہر وہی ہوگا جو رقیہؓ کا تھا"۔

حضرت سیّدہ طاہرہ امّ کلثومؓ کے ساتھ نکاح سے ربیع الاوّل ۳ھ میں حضرت عثمانؓ کو وہ اعزاز نصیب ہوا جو اولادِ آدم میں کسی اور کا مقدّر نہ ہو سکا۔ ایک کے بعد دوسری پیغمبر زادی ان کے نکاح میں آئی۔ حضرت علیؓ کے فرمان کے

رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے دل میں ایمان،
محبت اور درد کا سمندر موجزن دیکھا تو ارشاد فرمایا: میں اپنی بیٹی امّ کلثومؓ
کو تمہارے نکاح میں دیتا ہوں اور اس کا مہر وہی ہوگا جو رقیّہ کا تھا،

مطابق حضرت عثمانؓ کو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین (دو نوروں والے) کے لقب سے یاد کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ عمل و سیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے اور شکل و صورت کے حسن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ اُمّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کا حضرت عثمان سے نکاح کر کے اُن سے فرمایا تھا کہ تمہارے شوہر تمہارے دادا ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شکل و صورت میں بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔

حضرات گرامی! یہ ہیں خلیفہ راشد امیرالمؤمنین امام مظلوم کامل الحیاء والایمان ناشر القرآن سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو آخر دم تک دینِ الٰہی اور شہرِ رسولؐ مدینہ منورہ کی حرمت و عظمت کے تحفظ کے لیے عزیمت استقلال کا پہاڑ بنے رہے۔ انہوں نے اپنی ذات کے لیے کسی مسلمان کے خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہنے دیا۔ انہوں نے حضورؐ کے پڑوس اور مدینہ منورہ کو کسی قیمت پر بھی چھوڑنا قبول نہ کیا۔ یہ خونِ عثمانؓ کی مظلومیت و صداقت ہے کہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو

جب حضرت ذوالنورین کو چالیس روز تک محصور اور بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد شہید کر دیا گیا تو قیامت تک کے لیے فتنہ و انتشار کا دروازہ کھل گیا۔ دورانِ محاصرہ انہوں نے خبردار کیا تھا کہ:

"خدا کی قسم اگر تم نے مجھے
قتل کر دیا تو پھر قیامت
تک ایک ساتھ نماز نہ
پڑھو گے اور نہ سب مل
کر کفر کے خلاف جہاد کر
سکو گے۔"

باغیوں کا مطالبہ تھا کہ حضرت عثمانؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں، مگر خلافت تو عبادت ہے۔ عثمانؓ موت سے ڈر کر عبادت کیوں چھوڑ دیتے اور انہیں تو زبانِ نبوت نے حکم دیا تھا کہ خلافت کا پاک منصب ناپاک لوگوں کے مطالبہ پر چھوڑ نہ دینا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے عثمانؓ! عنقریب
اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص
پہنائے گا۔ اگر لوگ اتارنے
کی کوشش کریں تو قطعاً نہ
اتارنا۔

مگر ان دنوں جب اہلِ مدینہ کی اکثریت حج کے لیے جا چکی تھی، شرپسندوں نے امیرالمؤمنین کو مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے سے روک دیا پھر ان کا گھر سے باہر آنا بند کر دیا گیا۔ انہیں پتھر مارے گئے۔ اُن کا سامان لُوٹ لیا گیا۔ اُن کے گھر کو آگ بھی لگائی گئی۔ اُن تک کھانا اور پانی پہنچانے پر پابندی لگا دی گئی۔ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جواں سال اصحاب رسولؐ اور دیگر صحابہؓ کے جمِ غفیر نے سیدنا عثمان غنیؓ سے باغیوں کا صفایا کر دینے کی بار بار اجازت مانگی مگر آپؓ نے کسی کو تھپڑ مارنے کی بھی اجازت نہ دی اور فرمایا:

اقسم علیٰ من لی علیه
ان یکف یدهٗ وان
ینطلق الیٰ منزله

جس پر میرا کچھ بھی حق ہے
میں اللہ تعالیٰ کی قسم دے
کر کہتا ہوں کہ وہ اپنا ہاتھ
روکے رکھے اور اپنے
گھر کو چلا جائے۔

کہاں ہیں آج کے سیاست دان اور جمہوریت کے چیمپئن جو اپنے سیاسی مخالفین کو کرائے کے غنڈوں سے قتل کروا دیتے ہیں۔ دوسروں پر نقل و حرکت کی پابندیاں، زبان بندیاں اور نظر بندیاں جن کے "نظام جمہوری" کا طرۂ امتیاز ہے۔ وہ آئیں اور دیکھیں

کیا خلیفہ راشدؓ نے کسی ایک مخالف کو بھی پا بہ زنجیر کر کے تختۂ دار پر لٹکایا؟ یہ ہے اسلام اور خلافتِ راشدہ! کہ امیرالمؤمنین کو کسی انداز میں بھی مسلمانوں کی خونریزی اور خانہ جنگی منظور نہیں۔ تمام مصائب و مشکلات اور مظالم کو انہوں نے حیرت انگیز صبر و استقلال سے برداشت کیا اور مدینۃ الرسولؐ کی حرمت پر آخری دم تک آنچ نہ آنے دی۔ زندگی کی آخری رات حضرت عثمانؓ نے خواب میں دیکھا کہ سیدِ دو عالم حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں:

یاعثمان افطر عندنا

اے عثمان روزہ ہمارے
ساتھ افطار کرو۔

اسی جمعۃ المبارک کے روز باغیوں نے گھر میں داخل ہو کر جب حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تو عثمانؓ روزہ رکھے ہوئے قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے۔ قرآنِ ناطق کا لہو قرآنِ ساکت کے اوراق پر گرا تو ارض و سما میں کہرام مچ گیا۔ حضرت علیؓ کو خبر پہنچی تو کلیجہ تھام کے رہ گئے۔ روایت ہے کہ شہادت امام مظلوم کے بعد حضرت علیؓ سب سے پہلے تشریف لائے۔ دیکھا تو حضرت عثمانؓ کی رُوح جسدِ خاکی سے پرواز کر چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور اپنے بیٹوں حضرت حسنؓ و حسینؓ سے پوچھا جب تم لوگ دروازے پر موجود تھے تو پھر امیرالمؤمنین کو کیسے شہید کر دیا گیا۔ غصہ سے حضرت حسنؓ کو ایک تھپڑ مارا اور حضرت حسینؓ کو ایک گھونسا رسید کیا۔ محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیر کو بھی ناراض ہوئے۔ حضرت علیؓ نے مسجد نبویؐ میں پہلے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا:

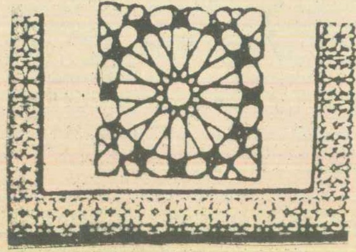
جاؤ اب ہمیشہ کے لیے
ہلاکت اور بربادی ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن سلامؓ نے فرمایا:

قتلِ عثمان سے فتنوں کا
جو دروازہ کھل گیا ہے
شاید وہ اب قیامت
تک بند نہ ہو سکے گا۔

کسی مظلوم کے جاں بحق ہونے کے بعد بڑے سے بڑا سنگدل ظالم بھی سلسلۂ ستم روک لیتا ہے، مگر دامادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیکر صدق و حیاء حضرت عثمانؓ وہ مظلوم اعظم ہیں جن کی شہادت کے بعد بھی ظالموں نے انہیں معاف نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عظمتِ عثمانؓ کے دشمن آج بھی اُن کے خلاف سازشیں اور مظالم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ رنجیت سنگھ کے بیٹے جنرل شیر سنگھ نے جب امیرِ قافلہ مجاہدین فی سبیل اللہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی لاش دیکھی تو اس پر اپنی چادر ڈال دی اور کہا کہ سید صاحب نے حق کے لیے کسی لالچ کے بغیر جنگ کی ہے۔ ان کا مقصود کشور کشائی یا مالِ غنیمت نہ تھا، مگر عثمانؓ کی شہادت کے بعد باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے جسمِ اطہر کی بے حرمتی کی۔ ان کے ناک کان کاٹ کر مسلہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ رات کو جنازہ اٹھا تو مخالفین نے جنازے پر پتھر پھینکے۔ کیا حضرت عثمانؓ سے بڑھ کر بھی امت میں کوئی اور مظلوم ہو سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

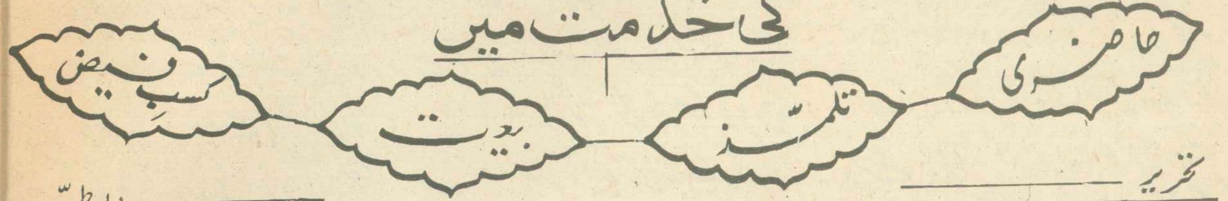
حضراتِ گرامی! آج لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور عشق کے دعوے کرتے نہیں تھکتے مگر کوئی حضرت عثمانؓ کی طرح ارشادِ پیغمبرؐ پر عمل کرتے ہوئے جان دے کر بھی تو دکھائے۔ محض دعوؤں اور نعرے بازی سے کچھ نہیں بنتا۔ اصل چیز محبت کے ساتھ ساتھ پیروی اور اتباع کا پر خلوص جذبہ ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔



مرشد کامل — امام رشد و ہدایت — عالم حق آگاہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ

کی خدمت میں



تحریر — ابو طیبّ

امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کے خلیفہ راشد اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے استاذِ فقہ والحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دیروی سے انٹرویو جو حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی رفیق موتمر المصنفین و استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے ارسال فرمایا ہے جو بصد شکریہ ہدیۂ قارئین ہے

(انصاری)

س : حضرت الامام لاہوریؒ سے آپ کا تعلق کب اور کیسے بنا؟

ج : غالباً ۱۳۷۳ھ میں دارالعلوم حقانیہ کا سالانہ جلسۂ دستاربندی تھا جس میں بڑے اکابر علماء مدعو تھے حضرت الشیخ الامام لاہوریؒ بھی تشریف لاتے تھے۔ پہلی ہی ملاقات میں دل میں ان کی عظمت کا نقش بیٹھ گیا۔ اس سے قبل کئی مرتبہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ سے آپ کا تذکرہ سنا تھا۔ اس سے بھی بڑھ کر پایا۔ محض دیکھتے ہی اور ایک مجلس میں بیٹھتے ہی دل میں اشتیاق، محبت اور وارفتگی کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور بڑھتی گئی۔ بس یہیں سے میرے تعلق کی ابتدا ہوئی۔

س : پھر مرحلہ وار آپ کا تعلق بڑھتا گیا ہوگا اس سلسلہ میں بھی ....

ج : جی ہاں! حضرت الامام الشیخ لاہوریؒ سے قلبی ارادت اور وارفتگی بڑھتی گئی تو زبان پر احباب و مخلصین اور اپنے محبّین بالخصوص والدین سے بھی اس کا تذکرہ ہو جایا کرتا تھا احقر کے والد صاحب حضرت مولانا قاضی محمد یوسف مرحوم زندہ تھے گاہے گاہے دارالعلوم حقانیہ تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت لاہوریؒ سے جب انہیں میری عقیدت کا علم ہوا تو بے حد خوش ہوئے اور بارہا اس پر مسرّت کا اظہار فرمایا۔

س : تو حضرتؒ کے پاس لاہور کب اور کس طرح ہوا اور دورۂ تفسیر میں شرکت کب ہوئی؟

ج : والد صاحب پر میں نے طالب علمی کے زمانہ میں یہ ظاہر کر دیا تھا کہ فراغت کے بعد میں حضرت الشیخ الامام لاہوریؒ کی خدمت میں دورۂ تفسیر میں شرکت کی غرض سے حاضر ہوں گا۔ جب دارالعلوم حقانیہ سے دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد گھر واپسی ہوئی تو مجھے گھریلو حالات، حضرت والد ماجدؒ کی تنگدستی اور فقر و غربت کے احساس کے پیش نظر جرأت نہ ہو سکی کہ میں لاہور جانے کا کرایہ طلب کروں یا گھریلو ضروریات اور معاشی حاجات میں ہاتھ بٹانے سے پیچھے رہوں۔ ایک روز جب ہم کھانے پر اکٹھے بیٹھے تھے حضرت والد صاحب مرحوم نے از خود فرمایا۔ عبدالحلیم! تیرا جو یہ ارادہ تھا کہ دورہ تفسیر شیخ التفسیر حضرت الامام لاہوریؒ کے ہاں جا کر پڑھیں گے تو اس بارے میں تم نے کیا فیصلہ کر رکھا ہے کب جانا ہوگا؟

میں نے تنگدستی اور گھریلو معاشی حالات کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ ایسے عالم میں کیسے کرایہ کا مطالبہ کر سکتا ہوں یا معاشی بوجھ اٹھانے میں آپ کی مدد کرنے کے بجائے آپ کو کیسے یکہ و تنہا چھوڑ کر دور دراز کا سفر کر سکتا ہوں۔

ابا جان نے بے حد شفقت فرمائی اور فرمایا:۔

”بیٹے! اپنا ارادہ پورا کرو۔ حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں ضرور حاضری دو، میں حسبِ توفیق مدد کروں گا اور تمہاری کامیابی کی دعائیں بھی“

میری تو یہاں میں جان آئی ایسا محسوس ہوا جیسے غیب سے نئی زندگی عطا کی گئی ہو۔ اس روز مجھے جس قدر خوشیاں اور مسرّتیں حاصل ہوئیں پوری زندگی میں اس کی نظیر نہیں۔

غالباً ۲۵ روپے عنایت فرمائے۔ میں وہی رقم لے کر اکوڑہ خٹک آیا کچھ رقم قرضہ میں دے دی باقی جو بچی وہ رقم لاہور تک کافی نہ ہو سکتی تھی۔ مگر حضرت شیخ دامت برکاتہم نے مجھے رخصت فرماتے ہوئے ہاتھ میں کچھ رقم تھما دی تو میں لاہور تک پہنچ گیا۔ روٹی تو شیخ الحدیث مدظلہ نے گھر پکوا کر میرے پلّے بندھوا دی تھی، اب جو لاہور پہنچا تو وہاں اپنے رفقاء کا مشترکہ پروگرام تھا چائے وغیرہ کا ساتھیوں نے مجھے بھی مشترکہ طعام اور چائے میں برابر کا حصہ لینے کی دعوت دی۔ مگر چونکہ مجھے اپنی غربت معلوم تھی کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہ تھا اس لئے رفقاء پر اصل حالت آشکارا کئے بغیر میں نے چائے نہ پینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مالی مشکلات کی وجہ سے ساتھیوں کے ساتھ کسی بھی ایسی تقریب اور پروگرام میں شریک نہ ہو سکا جس میں کچھ بھی رقم لگتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ رفقاء مجھے بخیل کہتے اور اپنی نجی محفل میں مجھ پر ہنستے تھے۔ میں نے بھی تہیہ کر رکھا تھا کہ اپنی حالت کسی پر ظاہر کئے بغیر حضرت الشیخ الامام لاہوریؒ کی صحبت میں رہنا ہی ہے جس طرح بھی بن پڑے دورۂ تفسیر مکمل کرنا ہے اور پھر ان ہی کے مشورہ سے مستقبل کا قدم اٹھانا ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ تھا ہم شیرانوالہ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت الشیخؒ کے ایک مرید و معتقد جناب ملک عبدالرؤف صاحب نے میرے ساتھ بیٹھے ایک پٹھان نمازی کے ذریعہ مجھے نئے کپڑوں کی پیش کش کی اور یہ کہا کہ اگر میں قبول کر لوں تو خرید کر میرے حوالے کر دیں گے۔ میں نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی عطیہ سمجھا۔ چنانچہ ملک صاحب موصوف

کپڑے لئے، درزی کو میرے پاس لا کر پیمائش لی اور سلوائے اور کچھ روز بعد میرے حوالے کر دئے۔

بس اللہ پاک نے میرے علم کی راہ آسان کر دی اور تحصیل علم میں دلجمعی پیدا ہوئی — میں سمجھتا ہوں جو کچھ بھی ہوا اور آگے ہوتا رہا یہ سب حضرت الشیخ الامام لاہوریؒ کے برکات تھے، ان ہی کی برکت اور توجہ و عنایت سے اللہ پاک نے مجھ پر مزید فتوحات اور غیبی عنایات کے دروازے کھول دئے اور اطمینانِ خاطر میں اضافہ ہوتا رہا — وہی ملک صاحب مجھے چائے سے کبھی شربت اور مٹھائی سے تواضع فرماتے موصوف کا فوج میں کپتان تھا جب اتوار کو تشریف لاتے تو مجھے ڈھونڈتے اور دس روپے ہاتھ میں تھما دیتے اور ان کے اس تعاون سے الحمد للہ ہفتہ بھر میری گذر اوقات خوب ہوتی۔

س: کیا ان ایام میں حضرت لاہوریؒ نے بھی کوئی مالی امداد کی۔

ج: جی ہاں، میں دورۂ تفسیر کے درس میں تشہد کی شکل میں دائیں جانب بیٹھا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت شیخ لاہوریؒ نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور ارشاد فرمایا۔

"مولوی عبدالحلیم! تم عصر کی نماز کے بعد ضرور مجھ سے ملو"

حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ پسینہ پسینہ تھا، ہیبت اور خوف طاری تھا کہ حضرت مجھے کیوں اپنے سے ملنے کا حکم دے رہے ہیں۔ خدا خدا کر کے عصر کا وقت آیا، نماز پڑھی تو ہانپتے کانپتے حضرتؒ کی مجلس میں جا پہنچا۔ اس ملاقات سے قبل عام طور پر حضرت لاہوریؒ کا رعب طاری رہتا اور اب کے بلاوے نے خوف طاری کر دیا تھا کہ ملاقات میں یا تو کسی غلطی کا نوٹس لیں گے یا خدا نہ کرے کہ کہیں ہمارے سیئات آپ پر منکشف ہو جائیں۔ تو جب میں ملا تو فرمایا، میرے ساتھ کمرے میں چلو، میں دبے پاؤں بڑی احتیاط سے حضرتؒ کے ہمراہ ان کے دائیں جانب چلتا رہا۔ کمرے کے اندر تشریف لے گئے میں رک گیا تو فرمایا۔ اندر آجاؤ ایک طرف بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور خود الماری کھولی اور اچھی خاصی رقم اٹھا کر میرے ہاتھوں میں تھما دی اور فرمایا۔

"یہ تمہارا ہدیہ ہے اس پر گذر اوقات کرو۔"

اب تو ساری وحشتیں ختم ہو چکی تھیں شفقت بھری نگاہوں اور شیریں گفتگو نے دل موہ لیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرتؒ کا کشف تھا کہ میرے ساتھ خصوصی معاملۂ معاونت فرمایا ورنہ اس سے قبل میرا حضرت مدظلہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

س۔ آپ کا بیعت کا تعلق کیسے قائم ہوا؟

ج: یوں تو اول روز ہی سے میرا دل عشق و محبت اور وارفتگی اور عقیدت و اطاعت کے جذبات کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ حضرت پر دل کی نظریں جمی رہتی تھیں۔ پہروں دیکھ دیکھ کر جی نہیں بھرتا تھا۔ بارہا یہ خیال آیا کہ حضرت سے بیعت کر لوں مگر عرض کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

غالباً رمضان المبارک کی ستائیسویں تاریخ تھی خوش نصیبوں کو لیلۃ القدر کا وصال نصیب ہوا ہوگا میں نے بھی اس مبارک روز کو غنیمت جانا توفیق ایزدی نے یاوری کی، تو حضرت الامام لاہوریؒ کی خدمت میں درخواست پیش کر دی حضرت خوش ہوئے اور بے حد مسرت کا اظہار فرمایا چہرے اور نگاہوں پر خوشی کے آثار ہویدا ہوئے حضرت کی شفقت میں ڈوبی ہوئی نگاہیں اور حد درجہ شیریں گفتگو کا نقشہ اب بھی ذہن پر ایسا رقم ہے جیسے کل کی بات ہو اور ایسی باتیں کب بھولنے کی ہیں۔

بہر حال مجھے بیعت فرمایا اور ارشاد فرمایا، گاہے گاہے موقعہ ملے تو ہماری مجلس میں بیٹھا کرو۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور پھر حضرتؒ کی دعوت نے کھینچ لیا۔ بس پھر کیا تھا۔ حضرتؒ کی مجلس میں بیٹھنے کی دھن سوار تھی۔ صبح اٹھتا تو حضرت کی مجلس میں حاضری کے وقت انتظار و اشتیاق کی گھڑیاں گنتا —!

س: حضرت الامام الشیخ لاہوریؒ نے آپ کو سب سے پہلا سبق کون سا پڑھایا؟

ج: تصوف و سلوک اور بیعت و ارشاد کا مقصد سالک کو دین کے راستے پر چلانا مقصود ہوتا ہے۔ جب ضرورت محسوس ہوتی ہے تو شیخ وظائف و اذکار کی تلقین فرماتے ہیں۔ میں نے بھی بیعت سے متصلاً اس تمنا کا اظہار کر دیا تھا کہ مجھے بھی ذکر و اذکار اور سلوک کے منازل طے کرنے کے لئے وظائف دئے جائیں۔

مگر حضرت الشیخ الامام لاہوریؒ نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں آپ علوم قرآن اور دورۂ تفسیر کے طالب علم ہیں آپ کا وظیفہ، مراقبہ، باطنی لطائف کرنے ذریعہ اپنا مطالعۂ سبق اور مسائل کی تحقیق و تنقیح ہے۔ یہ کام ذکر و اذکار اور مراقبہ وغیرہ سے افضل ہے۔

یہ تو تھی حضرتؒ کی دور اندیشی! اور مجھے بھی احساس ہوا کہ میں واقعۃً طالب علم ہوں ورنہ دارالعلوم حقانیہ سے تو تحصیل علم کی سند الفراغ بھی حاصل ہو چکی تھی۔ اپنا پندار یہ تھا کہ اب ہم تحصیل علم کے مرحلے گذر چکے ہیں مگر حضرتؒ کی توجہ دلانے سے پھر وہی طالب علمانہ احساس ابھرا اور بے اختیار حضرتؒ کی دور اندیشی کی داد دینی پڑی۔

اس واقعہ سے مجھے ایک سبق یہ بھی حاصل ہوا کہ کہ علماء ربانی اور اہل اللہ اور مشائخ طریقت کے نزدیک تحصیل علم بیعت و ارشاد پر مقدم ہے۔ (جاری ہے)

جانکاہ صدمہ

جامع مسجد مرکزی علی پور چھٹہ ضلع گوجرانوالہ کے خطیب مولانا محمد اقبال نعمانی کے بڑے صاحبزادے محمد طیب ۱۱ کو اچانک گھر کے جنگلہ سے گر کر انتقال کر گئے

اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

مرحوم بی۔ ایس۔ سی کے سال آخر کے طالب علم تھے نہایت محنتی، لائق اور ذہین تھے۔ ایف ایس سی میں وظیفہ حاصل کیا۔ پابند صوم و صلوٰۃ اور متبع شریعت ہونے کے علاوہ خاموش طبع اور کم گو طبیعت کے مالک تھے — والدین اور اساتذہ کی مرحوم سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور مولانا نعمانی صاحب اور اہل خانہ کو اس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔

(ادارہ)



ملک میں اعلیٰ عہدوں پر ۷۵ قادیانی فائز ہیں وزیرِ خزانہ

سفراء جیسے اہم اور حسّاس عہدوں پر قادیانیوں کو کیوں متعیّن کیا گیا ہے: قومی اسمبلی میں سوال

اسلام آباد: وفاقی وزیرِ خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق جو اسٹبلشمنٹ ڈویژن کے انچارج بھی ہیں کہا ہے کہ حکومت آئین کے تحت ہر شہری کو بلاتخصیص مذہب یا فرقہ ملازمتیں فراہم کرنے کی پابند ہے اور حکومت لوگوں کو ان کی اہلیت اور ملک اور پیشہ سے وفاداری کی بنیاد پر ملازمت فراہم کرتی ہے وہ آج قومی اسمبلی میں وقفہ سوالات کے دوران ارکان اسمبلی کے ضمنی سوالات کا جواب دے رہے تھے جن میں یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ وہ قادیانیوں کو سفیروں کے عہدے پر تعینات کیا گیا ہے۔ جو اہم اور حساس نوعیت کے عہدے ہیں۔ وزیر خزانہ نے جواب دیا کہ آئین اس معاملہ میں بالکل واضح ہے کہ حکومت سرکاری ملازمتوں کے معاملہ میں کسی سے کسی نوعیت کا کوئی امتیاز نہیں کرے گی۔ خواہ وہ کسی فرقہ یا مذہب سے متعلق ہو۔ اور نہ سرکاری ملازمتوں میں تقرر کے معاملہ میں حکومت اس آئینی شق پر سختی سے عمل کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آئین کی دفعہ ۷ کے تحت اقلیتوں کی حفاظت کرنا حکومت کا فرض ہے۔ جب ایک رکن نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور قادیانی مذہب کے بنیادی اصولوں کو نہیں مانتے۔ تو ایک قادیانی کو جنیوا میں سفیر کیوں مقرر کیا گیا تو ڈاکٹر محبوب الحق نے جواب دیا کہ وہ سفیر اپنے فرائض بخوبی انجام دے رہا ہے وزیر خزانہ نے ایک فہرست ایوان میں پیش کرکے بتایا کہ اس وقت ملک میں اعلیٰ عہدوں پر ۷۵ قادیانی فائز ہیں جن میں سے دو بیرونِ ملک سفیر ہیں جبکہ دو بیرونِ ملک پاکستانی سفارت خانوں میں، دیگر جونیئر عہدوں پر ہیں ـــــ ڈاکٹر محبوب الحق نے بتایا کہ اب تک ۱۱ وزارتوں اور محکموں پر سے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان میں گریڈ ۱۷ اور اس سے اوپر کے اعلیٰ سرکاری افسروں کی تعداد ۵۷ ہے۔ باقی وزارتوں اور محکموں سے جو معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان میں صرف وہی افسر شامل ہیں جنہوں نے خود کو قادیانی ظاہر کیا ہے۔ ڈاکٹر محبوب الحق نے جو فہرست جاری کی ہے۔ اس کے مطابق وزارتِ دفاع میں ۲۱۔ وزارت خزانہ اور منصوبہ بندی میں ۱۱، وزارتِ زراعت میں ۵، سماجی بہبود میں ۶، وزارتِ خارجہ میں ۹، وزارت پیداوار میں ۴، امور داخلہ میں ۲، اور وزارت محنت، وزارتِ تجارت اور وزارت پیٹرولیم میں قادیانیوں کی تعداد ایک ایک ہے اس کے علاوہ وفاقی محتسب اور ماحولیاتی شہری امور کے ڈویژن میں بھی ایک ایک قادیانی کام کر رہا ہے۔ قومی اسمبلی کو جو فہرست جاری کی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

وزارت دفاع: عبدالحلیم سپرنٹنڈنٹ پاکستان آرڈی ننس فیکٹری گریڈ ۱۹، (۲) ایم شریف، اسسٹنٹ مینجر پی ایف او گریڈ ۱۷ (۳) منیرالدین مینجر پی ایف او گریڈ ۱۸ (۴) مبشر احمد، اسسٹنٹ مینجر پی ایف او گریڈ ۱۷ (۵) ایم کریم خان، مینجر پی ایف او گریڈ ۱۸ (۶) ریاض احمد خان اسسٹنٹ مینجر پی ایف او، گریڈ ۱۷ (۷) بشیر احمد مینجر پی ایف او گریڈ ۱۸ (۸) مسز امت السمیع لیڈی ڈاکٹر پی ایف او گریڈ ۱۷ - ۹- شیخ احمد علی ورکس مینجر پی ایف او گریڈ ۱۸ -(۱۰) عبدالجلیل خان ڈی ایم ایل اور سی ایم ایل اور سی ڈیپارٹمنٹ گریڈ ۲۰ (۱۱) عزیز احمد ملک سپرنٹنڈنٹ انجنیئرنگ ای-این سی ایس برانچ گریڈ ۱۹ (۱۲) حمید المحمود جی II نیول ہیڈ کوارٹر گریڈ ۱۸ - (۱۳) میجر مقبول احمد خان سیکرٹری پی اے ایس بی گریڈ ۱۸ (۱۴) محبوب احمد ملک جی II ائر ہیڈ کوارٹر گریڈ ۱۸ (۱۵) ایس ڈی اسلم ایس او II ائر ہیڈ کوارٹر گریڈ ۱۸ - (۱۶) عنایت اللہ جی III جنرل ہیڈ کوارٹر گریڈ ۱۷ (۱۷) عزیز احمد جی II جنرل ہیڈ کوارٹر گریڈ ۱۷ - (۱۸) لیاقت احمد ڈی ایم سی ایم اے ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ گریڈ ۱۷ (۱۹) بشارت احمد ڈی اے سی ایم پی ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ گریڈ ۱۷ (۲۰) بشارت احمد خان ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ گریڈ ۱۷ (۲۱) غالب الدین ڈی سی اے اے ایف ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ گریڈ ۱۸

وزارت خزانہ و منصوبہ بندی:

(۱) عبدالحمید ریسرچ افسر گریڈ ۱۷ (۲) رفیق احمد صالح ریسرچ افسر گریڈ ۱۷- (۳) ناصر احمد سیکرٹری سی بی آر گریڈ ۱۹- (۴) محمد اسلم انکم ٹیکس افسر لاہور گریڈ ۱۷- (۵) محمد داؤد طاہر اے اے سی- فیصل آباد گریڈ ۱۹ (۶) محمد یحییٰ اسسٹنٹ کلکٹر کراچی گریڈ ۱۷ (۷) مبارک احمد اے اے او اے جی آفس لاہور گریڈ ۱۷ (۸) نور الٰہی ملک اے اے سی واپڈا آڈٹ گریڈ ۱۷ - (۹) ظفر احمد اے اے او سی او واپڈا آڈٹ گریڈ ۱۷ (۱۰) عبدالمجید ڈپٹی چیف پلاننگ ڈویژن گریڈ ۱۹- (۱۱) مصلح الدین سٹاف اکنامسٹ گریڈ ۱۷

وزارت خوراک و زراعت:-

(۱) ایم امجد ورک ڈپٹی سیکرٹری اے آر ڈبلیو گریڈ ۱۹ (۲) ایس سہیل احمد رکن فنانس گریڈ ۱۹ (۳) نسیم احمد خان ائرکرافٹ انجنیئر گریڈ ۱۸ (۴) مسز امت الباسط زولوجسٹ گریڈ ۱۷-

(۵) سلیم احمد گریڈ ۱۷

سماجی بہبود: (۱) مسز زیتون قاضی ڈپٹی ڈائریکٹر گریڈ ۱۸- (۲) مس امت الوسیم سینئر لیکچرار، گریڈ ۱۸ (۳) مس ناہید پراچہ جونیئر انسٹرکٹر گریڈ ۱۷ (۴) محمد اسلم بھٹی چیئرمین ڈرگ کورٹ پنجاب گریڈ ۱۹ (۵) چوہدری ناصر احمد جبرار انکم ٹیکس افسر کراچی گریڈ ۱۸ (۶) حشمت علی ڈپٹی سیکرٹری گریڈ ۱۹ -

وزارت خارجہ: (۱) منصور احمد سفیر گریڈ ۲۰ (۲) غلام ربانی سفیر گریڈ ۲۰ (۳) عبدالباسط حقانی وزیر گریڈ ۲۰ (۴) سجاد کامران تھرڈ سیکرٹری گریڈ ۱۷-

وزارت پیداوار: (۱) کنور ادریس ایڈیشنل سیکرٹری گریڈ ۲۱ - (۲) ایم یوسف خان ڈپٹی سیکرٹری گریڈ ۱۹ (۳) سیرت علی شیخ ڈپٹی سیکرٹری گریڈ ۱۹ -(۴) عبدالروف ملک سیکشن افسر گریڈ ۱۸-

وزارت تجارت: (۱) نسیم احمد صدیقی انکوائری افسر لاہور گریڈ ۱۸- (۲) محمد انور ورک اے ڈی او ایف سی گریڈ ۱۷- وزارت محنت: (۱) یوسف مبشر اسسٹنٹ چیف گریڈ ۱۸- وزارت پیٹرولیم (۱) ملک جاوید احمد ڈرلنگ انجنیئر گریڈ ۱۷- وفاقی محتسب سیکرٹریٹ، قمر سرار خان ڈائریکٹر جنرل گریڈ ۲۰- واضح رہے کہ اس فہرست میں صوبائی اداروں اور صوبائی محکموں کے افسر شامل نہیں ہیں۔

افکارِ معاصرین

پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ کے نقیب روزنامہ "نوائے وقت" کا ادارتی شذرہ جس میں آنجہانی ظفراللہ کے لئے بعض تعریفی کلمات کے ساتھ اس حقیقت کا برملا اظہار کیا گیا ہے کہ ظفراللہ پوری زندگی جہاں بھی رہے ہمیشہ قادیانیت کے وفادار رہے۔

سرظفراللہ خان کا انتقال

سر محمد ظفراللہ خاں طویل علالت کے بعد ۹۳ برس کی عمر میں وفات پا گئے ہیں اور انہیں آج ربوہ میں سپرد خاک کر دیا جائے گا۔ قطع نظر اس بات کے کہ ان کا تعلق قادیانی جماعت سے تھا اپنی طویل زندگی میں ان کی ترقی و عروج اور خدمت و کارکردگی کے اظہار و اعتراف میں تامل و بخل سے کام لینا مناسب نہیں ہوگا۔ انگریزوں کے زمانہ میں وہ پنجاب اسمبلی، وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل اور وفاقی عدالت کے رکن رہے۔ اور قیام پاکستان کے بعد قریباً سات برس تک وزیر خارجہ رہے اور اس دوران میں انہوں نے اقوام متحدہ میں بھی پاکستان کے مندوب اعلیٰ کے طور پر فرائض ادا کئے۔ وہاں جنرل اسمبلی کی صدارت کا اعزاز بھی حاصل کیا انہوں نے مسئلہ کشمیر کے علاوہ فلسطین اور کئی عرب ملکوں میں اب تک سراہا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدر محترم کے علاوہ سعودی سفیر بھی ان کی عیادت کے لئے گئے تھے۔ وزارت خارجہ کی سربراہی سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ عالمی عدالت انصاف کے رکن بن گئے اور دوسری میعاد کے لئے منتخب ہونے کے بعد اس کے بھی صدر رہے۔ اس دوران میں وہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر بھی منتخب ہوئے۔ قادیانی ہونے کی نسبت سے پاکستان میں ان کے خلاف اعتراض و احتجاج کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ لیکن قائدِ اعظم اور پھر لیاقت علی خاں مرحوم نے انہیں بہت اہم ذمہ داریاں سپرد کیں۔ ان کی وفات کے بعد ایک حلقہ نے وزیر خارجہ کے طور پر ان کے انتخاب و تقرر کو قائدِ اعظم کے سیکولر ہونے کا ثبوت قرار دینے کی جو کوشش کی ہے وہ تو درست نہیں بلکہ کھلی جسارت کے مترادف ہے۔ کیونکہ انہوں نے تو ایک بنگالی اچھوت جوگندر ناتھ منڈل کو پہلی عبوری حکومت میں مسلم لیگ کے کوٹہ میں شامل کرایا تھا اور قیام پاکستان کے بعد پہلی مرکزی وزارت میں لیا تھا لیکن ۱۹۵۳ء کی اینٹی قادیانی تحریک سے قبل اسلامیان ہند کے قومی معاملات میں سر آغا خان کی طرح سر محمد ظفراللہ خاں کا حصہ و کردار بھی بہت نمایاں رہا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں وہ مسلم لیگ کے صدر بنائے گئے تھے اور ۱۹۳۱ء میں اور بعد کی گول میز کانفرنسوں میں وہ علامہ اقبال، قائدِ اعظم اور دوسرے اکابر کے ساتھ مسلمانوں کے نمائندہ کے طور پر شامل ہوتے رہے لیکن ہر دور میں ان کی اولین وفاداری اپنی قادیانی جماعت کے لئے وقف اور مخصوص رہی۔ اسی وجہ سے وزیر خارجہ ہونے کے باوجود وہ قائدِ اعظم کی نماز جنازہ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ اور پوچھنے پر یہ جواب دیا تھا کہ انہیں مسلمان حکومت کا کافر وزیر یا غیر مسلم حکومت کا مسلمان وزیر سمجھا جا سکتا ہے۔ اپنی طویل اور کامیاب زندگی میں وہ جس عہدہ اور منصب پر فائز رہے انہوں نے اپنی جماعت

(باقی ۲۷ پر)

سینیٹ آف پاکستان میں اسلام کی صحیح ترجمانی کا اعزاز ان علماء حق کو حاصل ہوا جنہوں نے جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور قدس سرہٗ کی اجازت سے الیکشن ۸۵ء میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔ اگر یہ حضرات موجودہ عوامی اداروں میں موجود نہ ہوتے تو پھر لادین عناصر اور "ایران میں امام خمینی پاکستان میں فخر امام" کے نعرے لگانے والوں ہی کا راج ہوتا۔ مولنا قاضی عبداللطیف اور مولنا سمیع الحق کی جانب سے نفاذِ شریعت کا بل اور اس کے پیش کیے جانے کی کارروائی ذیل میں قارئین خدام الدین کے استفادہ کے لیے بشکریہ "الحق" شائع کی جا رہی ہے۔

سینیٹ آف پاکستان میں
نفاذِ شریعت کا بل

نئی منتخب حکومت کا سب سے اوّلین قومی و ملی فریضہ یہی تھا کہ وہ اپنی ساری توجہات فوری طور پر شریعتِ اسلامیہ کے مکمل نفاذ اور قرآن و سنّت کی مکمل بالادستی پر مبذول کرتی کہ یہی قیام پاکستان کا اساس تھا اور اسی نام پر آٹھ سال مارشل لاء مسلّط رکھا گیا۔ اسی نام پر صدرِ پاکستان نے ۱۹ دسمبر ۸۴ء کو ریفرنڈم کے ذریعہ قوم سے اعتماد حاصل کیا اور انہی وعدوں پر انتخابات میں امیدواروں نے ووٹ حاصل کیے مگر وا حسرتا کہ ساری توجہات کا محور مارشل لاء، کرسیاں جمہوریت اور سیاسی پارٹیوں جیسے مسئلے تو بن گئے مگر اسلامی نظام کا جو رہا سہا چرچا تھا وہ بھی پسِ منظر میں ڈال دیا گیا۔ سردست ان تفصیلات میں گئے بغیر ہم اس بل کا متن پیش کر رہے ہیں جو مخدومی مولانا قاضی عبداللطیف صاحب سینیٹر اور راقم کی طرف سے سینیٹ کے پہلے اجلاس کے آخری دن ۱۳ جون کو پیش کیا گیا۔ حکومتی حلقوں کے ردّ و قدح اور لیت و لعل کے باوجود محرکین بل اور مؤیدین کے پُر زور اور مدلل تقاریر اور سینیٹ کے عام ارکان کی تحسین و تائید کے بعد چار و ناچار حکومت نے اسے کارروائی کے لیے شامل کیا اور اسے سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ اخبارات میں تفاصیل قوم کے سامنے آئی ہیں۔

الحمد للہ کہ قیام پاکستان اور قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد یہ پہلا ایک اہم مرحلہ ہے جس سے شریعت اسلامیہ کی بالادستی کے لیے ملک کے ایک اہم ترین ایوان (سینیٹ) کے ذریعہ بھی ایک مینڈیٹ (اعتماد و تائید) حاصل ہوا۔ بجا طور پر پڑھے لکھے باخبر حلقے اسے ایک عظیم کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ بہت سے علماء کرام، دوستوں، دینی تنظیموں اور دینی درد سے سرشار مسلمانوں نے مجھ ناچیز گناہ گار کو بھی مبارک باد اور تہنیتی کلمات سے نوازا ہے، مگر یہ تو محض خداوند کریم کے فضل و کرم کا کرشمہ ہے اور اسی کی توفیق پر ہے۔ ہم ہرگز اس کے سزاوار نہیں، مگر اصل خوشی تو ایوان سے اس بل کی منظوری اور ملک میں مکمل طور پر نفاذ پر ہوگی جس کے لیے پوری قوم کو متحد و منظم ہو کر آواز اٹھانی ہوگی اور اصل امتحان اور آزمائش تو ارباب حکومت کی ہے کہ وہ مختلف

ناخیری حربوں، حیلوں اور سازش طراز ہتھکنڈوں سے اس بل کو ٹالتی ہے یا پھر خدا اور رسولؐ اور قوم سے کیے گئے وعدوں کے مطابق اسے جلد از جلد منظور کرا کر نافذ کراتی ہے۔ بہرحال نفاذِ شریعت کے اس بل نے موجودہ حکومت کو ایک چوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ دیکھیے وہ سرخرو ہوتی ہے یا پھر....

سینٹ میں پیش کیے جانے کے لیے ایک بل

مُلک میں نفاذِ شریعت

— چونکہ قرارداد مقاصد کو جو کہ سابقہ دساتیر میں بطور تمہید کے رکھا گیا تھا۔

— جناب صدر مملکت نے اپنے صدارتی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے دستور مستقل کا حصہ قرار دے دیا۔

— اور چونکہ قرارداد مقاصد میں اس ملک کا حاکم اعلیٰ تشریعی اور تکوینی دونوں حیثیتوں سے رب العالمین خالقِ کائنات کو تسلیم کیا گیا ہے۔

— اور چونکہ یہ ملک مسلمانوں کی عملی زندگی کو قرآن اور سنّت کے مطابق ڈھالنے کے لیے معرضِ وجود میں لایا گیا ہے۔

— اور چونکہ اس ملک کے باشندوں کے ساتھ یہ عہد کیا گیا ہے کہ یہاں قرآن وسنّت کا قانون زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور نافذ ہوگا۔

— اور چونکہ موجودہ ریفرنڈم اور انتخابات میں عوام نے صدر مملکت اور پارلیمنٹ کو شریعت کے عملی نفاذ کے لیے منتخب کیا ہے۔

— لہٰذا ایوان سینٹ اپنے آئینی اختیارات استعمال کرتے ہوئے حسبِ ذیل قانون وضع اور منظور کرتا ہے۔

ابتدائیہ

(دفعہ نمبر ۱)

نام تاریخ نفاذ اور حدودِ نفاذ

الف یہ قانون نفاذِ شریعت کے نام سے موسوم ہوگا۔

ب یہ قانون منظوری کے مراحل طے کرنے کے بعد فوری طور پر نافذ ہوگا۔

ج یہ قانون اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام علاقوں اور تمام باشندوں پر نافذ ہوگا۔ البتہ غیر مسلم باشندوں کے شخصی معاملات اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

دفعہ نمبر ۲

شریعت کی قانونی تعریف

الف شریعت سے مُراد دین کا وہ خاص طریقہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے خاتم النّبیین محمدؐ کے واسطہ سے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔

ب شرعی قوانین کا اصل ماخذ قرآن کریم اور سنّتِ رسولؐ ہے۔

ج اجماع امّت کو قرآن اور سُنّت نے حجّت قرار دیا ہے۔ اس لیے جو قانون اجماع امّت سے ثابت اور ماخوذ ہو، وہ بھی شریعت کا قانون ہے۔

د جو احکام امّت کے معتمد اور مستند مجتہدین نے قرآن اور سنّت اور اجماع کے قواعد اور ضوابط معینہ کے مطابق مستنبط کرکے مدون کرائے ہیں، وہ بھی شریعت ہی کے قوانین ہیں۔ اس لیے کہ قیاس اور اجتہاد کو بشرطیکہ وہ قرآن اور سنّت اور اجماع کے خلاف ہو قرآن اور سنّت نے حجت قرار دیا ہے۔

شریعت کی بالادستی

(دفعہ نمبر ۳) مقننہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔ اگر ایسا کوئی قانون یا قرارداد منظور کر لی گئی تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا اور چیلنج کے فوراً بعد عدالت کے آخری فیصلہ تک اس پر عمل درآمد ملتوی ہو جائے گا۔

(دفعہ نمبر ۴) ملک کی تمام عدالتیں ہر قسم کے مقدمات بشمول مالی وغیرہ کے شریعت کے مخالف کیے گئے فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔

(دفعہ نمبر ۵) وفاقی شرعی عدالت کا دائرۂ اختیار سماعت وفیصلہ بلا کسی استثناء ہر قسم کے مقدمات پر حاوی ہوگا اور عبوری دستوری حکم ۱۹۸۵ء کے دستوری ترامیم کے ذریعہ لگائی گئی پابندیاں فوراً ختم کر دی جائیں گی۔

(دفعہ نمبر ۶) انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت اور وزیر اعظم کے شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دے دیا گیا ہو تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

(دفعہ نمبر ۷) حکومت کے تمام عمال بشمول صدر مملکت شرعی عدالت کا فیصلہ ملک کے عام دوسرے باشندوں کی طرح یکساں طور پر نافذ ہوگا اور کوئی بھی ملک کا باشندہ اسلامی قانون عدل کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوگا۔

(دفعہ نمبر ۸) مسلمہ اسلامی فرقوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے اپنے فقہی مسلک کے مطابق طے کیے جائیں گے۔

(دفعہ نمبر ۹) غیر مسلم باشندگان مملکت کو اپنے بچوں کے لیے مذہبی تعلیم اور اپنے ہم مذہبوں کے سامنے اپنی تبلیغ کی آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

(دفعہ نمبر ۱۰) تمام عدالتوں میں حسبِ ضرورت تجربہ کار جید اور مستند علماء دین کا بحیثیت جج اور معاونین عدالت مقرر کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر ۱۱) علوم شرعیہ اور اسلامی قانون کی تعلیم اور ججوں کی تربیت کا ایسا مؤثر انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں علوم شرعیہ اور خصوصاً اسلامی قانون کے ماہر جج تیار ہو سکیں۔

(دفعہ نمبر ۱۲) قرآن اور سُنّت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو صحابہ کرامؓ اور مستند مجتہدین کے عام اصول تفسیر اور علم اصول حدیث کے مسلمہ قواعد اور ضوابط کے مطابق ہو۔

(دفعہ نمبر ۱۳) انتظامیہ عدلیہ مقننہ کے ہر فرد کے لیے فرائض شریعت کی پابندی اور محرمات شریعت سے اجتناب کرنا لازم ہوگا۔

(دفعہ نمبر ۱۴) تمام ذرائع ابلاغ کو خلافِ شریعت پروگراموں فواحش اور منکرات سے پاک کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر ۱۵) حرام طریقوں اور خلافِ شریعت کاروبار کے ذریعہ دولت کمانے پر پابندی ہوگی۔

(دفعہ نمبر ۱۶) شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگانِ ملک کو دیے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دیا گیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

~.~.~.~.~

مسودۂ قانون نفاذ شریعت کے اغراض ومقاصد وجوہ

— مملکت خداداد پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔

— اس کی بنیاد اسلام کے نظریہ پر قائم ہے۔

— اس مسودۂ قانون کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک کے اسلامی نظریہ کا استحکام ہے۔

— اہل ملک جو بلا امتیاز عرصہ سے اس نظام کے لیے بے چین ہیں

مطمئن کرنا ہے۔

— ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ کے ذریعہ امن و امان اور اسلامی مساوات قائم کرنا ہے۔

۱۔ قاضی عبداللطیف
رکن انچارج

۲۔ مولانا سمیع الحق
رکن انچارج

نفاذِ شریعت بل پر کی گئی تقریر

> نفاذ شریعت بل پیش کرنے کے بعد مولانا سمیع الحق نے بل کے بارے میں مختصراً حسب ذیل تقریر کی جو سینٹ میں کی گئی رپورٹنگ کے مطابق پیش ہے۔ (ادارہ)

- جناب چیئرمین بہت شکریہ۔ مولانا سمیع الحق صاحب
- مولانا سمیع الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

جناب چیئرمین صاحب! جیسا کہ ہمارے محترم قاضی عبداللطیف صاحب نے فرمایا، ہم اس بل کے ذریعے اس مشن کی ان محنتوں اور اس جدّوجہد کی تکمیل کرانا چاہتے ہیں جو برّصغیر کے مسلمانوں نے اس ملک میں اللہ کے دین کے قیام کے لیے قربانیاں دیں اور پاکستان کا معنیٰ لاالٰہ الا اللہ قرار دیا گیا تھا۔ پھر موجودہ حکومت نے آٹھ سال مارشل لاء کے دوران یہی نعرہ لگایا کہ ہمارا اہم ترین مقصد اس ملک میں دین کی بالادستی اور شریعت کا نفاذ ہے۔ پھر ہم نے قراردادِ مقاصد میں اور پالیسی کے راہنما اصولوں میں خداوند تعالےٰ کی حاکمیت کا وعدہ کیا جسے اب آئین کا بھی ایک حصہ بنا لیا گیا ہے۔ قرارداد مقاصد کو کہ اب اللہ کی حاکمیت کیا ہے؟ وہ یہی ہے جس کی اللہ تعالےٰ نے خود تشریح کی ہے:

ان الحکم الا للہ

کہ حکم اور فیصلہ اور قانون صرف اللہ تعالےٰ کا ہوگا اور صاف فرمایا کہ:

وماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم

جب اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ نے قرآن وحدیث کے ذریعہ ایک حکم سُنا دیا اور فیصلہ دے دیا تو کسی مؤمن اور مؤمنہ کسی مرد یا خاتون کو یہ حق نہیں کہ اس کے خلاف وہ رائے دے سکے اور کوئی قانون بنا سکے۔ پھر اتنے سخت الفاظ فرمائے۔

- ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکفرون
- ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظالمون۔
- ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفاسقون۔

اور کافر اور ظالم اور فاسق اور کئی الفاظ اللہ تعالیٰ نے کہے۔

جناب چیئرمین! تو اس بل کے ذریعے ہمارا جو مشن ہے اور حکومت بھی جو اعلانات کر رہی ہے وہ شریعتِ اسلامیہ کی بالادستی ہے تو اسلامی قوانین کی بالادستی صرف نعروں اور خوشنما بیانات اور تقاریر اور ذرائع ابلاغ پر اس کی اشاعت سے قائم نہیں ہوسکتی۔ اس کا بُنیادی ذریعہ یہ ہے کہ ہم مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ ان تینوں اداروں کو شریعت کی بالادستی کے تابع کر دیں تو اس بل میں ہم نے ان تین چیزوں کو بڑی اہمیت دی ہے۔

۱۔ ایک تو مقننہ کو یہ حق نہ ہو کہ

وہ کوئی ایسا قانون بنائے جو شریعت کے خلاف ہو۔ خواہ وہ پارلیمنٹ ہو، خواہ وہ قومی اسمبلی ہو، خواہ وہ سینٹ ہو۔ اگر اس نے کوئی ایسی بات منظور کر لی تو اسے عدالت میں چیلنج کیا جائے۔

۲۔ دوسرا ملک کی تمام عدالتیں ہر قسم کے مقدمات خواہ وہ مالی معاملات ہو یا غیر مالی۔ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند ہوں، اور جو بھی شریعت کے خلاف فیصلے کیے گئے، ان کو قانونی حیثیت نہ دی جائے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ کار سماعت اور فیصلہ بہ استثناء ہر قسم کے مقدمات پر حاوی ہو۔

۴۔ چوتھی بات یہ ہے کہ انتظامیہ کا کوئی فرد بھی بشمول صدر مملکت بشمول وزیراعظم شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اور اگر ایسا کوئی حکم دے دیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اس کو عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا

۵۔ اور پانچویں بات یہ ہے کہ ہم یہاں غیر مسلم حقوق کا بھی صحیح تحفظ چاہتے ہیں۔ ہم ان سب کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق دیں گے۔ اُن کے پرسنل لاء میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔ اسی طرح غیر مسلم اقلیت کی مذہبی تعلیم، تبلیغ، مذہبی قانون کا پورا تحفظ کیا جائے گا۔

۶۔ اور آخری بات یہ ہے کہ شریعت نے جو بھی حقوق اسلامی مملکت کے شہری کو دیے ہیں، خواہ وہ مسلم ہے یا غیر مُسلم، ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جاسکے گا اور اگر کوئی حکومت اس طرح کے حقوق پر اثر انداز ہونے والے احکام جاری کرے تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

تو جناب چیئرمین صاحب! مختصر بات یہ ہے کہ اس قانون کی غرض و غایت خالص اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور ملک میں اسلامی نظریہ کا استحکام ہے تاکہ ملک کے تمام باشندے جو نظام کے لیے بے چین ہیں وہ مطمئن ہو جائیں ورنہ خدانخواستہ ہم نے جتنا شدومد سے اسلام کا نام لیا ہے اور ہم کہتے رہے ہیں کہ اسلامی نظام آگیا ہے، اور لوگوں کو نتیجے میں سوائے بدعنوانی، کرپشن، بُرائی اور ظلم وستم کے کچھ نہ ملا ہو تو لوگ کہیں گے کہ اسلام کا عالم وجود میں اور حقیقت کی دُنیا میں بھی کوئی ایسا ہی تصور ہوگا تو اسلام کے انتظار میں جو لوگوں کا حسین تصور تھا وہ تصور بھی ختم ہو جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ اسلام ایسی چیز ہے کہ وہ جاری ہو ہی نہیں سکتی یا اگر جاری ہو بھی جائے تو اس سے مشکلات ختم نہیں ہوں گے بلکہ اور بڑھ جاتے ہیں تو لوگ اسلام ہی سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ اس لیے میں کہتا ہوں خدارا اس سینٹ کے ایوان کو یہ شرف اور اعزاز دے دیجیے کہ وہ اس بل کو منظور کرے اور پارلیمنٹ کے مشترکہ حصوں میں جو فضیلت حاصل ہوگئی ہے یہ سینٹ کو حاصل ہوسکے گی تو سینٹ کے میرے تمام ارکان بھی اس کی پرزور حمایت کریں گے۔

جناب چیئرمین۔ شکریہ جناب وزیر انصاف صاحب

سمیع الحق

نفاذِ اسلام کے بارہ میں تحریک التواء اور تحریک استحقاق

مولانا سمیع الحق نے پہلے اجلاس کے لیے اسلامی نظام کے نفاذ کے کام میں مسلسل رُکاوٹوں اور وعدہ خلافیوں کے مسئلہ کو ایک تحریک التواء کی شکل میں زیر غور لانے کی جدّوجہد کی اور تحریک التواء سینٹ

بھیج دی۔ اس تحریکِ التواء کو سینیٹ نے خلافِ ضابطہ قرار دے کر بالا ہی بالا مسترد کر دیا کہ اس طرح سینیٹ میں یہ مسئلہ نہ آسکے گا، مگر مولانا سمیع الحق کا مقصد تو ملک کے اہم ترین ایوان کو کسی نہ کسی شکل میں ادھر متوجہ کرانا تھا۔ چنانچہ تحریکِ التواء مسترد ہو جانے کے بعد انہوں نے اس مسئلہ کو تحریکِ استحقاق کی شکل میں اُٹھایا اور الحمدللہ کہ بات سینیٹ میں آگئی۔ یہاں مولانا کی (۱) تحریکِ التواء (۲) سینیٹ کا مراسلہ (۳) تحریکِ استحقاق (۴) اور اس کے حق میں مولانا سمیع الحق کی کی گئی تقریر پیشِ خدمت ہے۔

تحریکِ التواء

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ سینیٹ کا حالیہ اجلاس ملتوی کر کے فوری نوعیت کے اس معاملہ پر غور کرے۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں کیے گئے وعدے پس پشت ڈال دیے گئے یا اس کی تکمیل کا انداز نہایت سُست ہے۔ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد یہ عمل تو گویا رُک ہی گیا ہے جب کہ پوری قوم کے لیے یہ معاملہ انتہائی تشویش کا باعث ہے۔ ازراہِ کرم سینیٹ اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹوں اور تاخیر کے اسباب پر مفصل بحث کرے۔

سینیٹ کا مراسلہ

نمبر تحریکِ التواء، نمبر ۳/۸۵۔
کیو اے پی (سینیٹ)
۳۰ جون ۱۹۸۵ء
بخدمت مولانا سمیع الحق
رکن سینیٹ

موضوع۔ تحریکِ التواء

محترمی! حسب الحکم آپ کی توجہ اس تحریکِ التواء کی طرف دلائی جاتی ہے جس کا نوٹس آپ نے ۲۸ مئی ۱۹۸۵ء کو دیا تھا اور جسے فوری حوالہ کے لیے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان کو ایک فوری اور قومی اہمیت کے مسئلہ پر بحث کرنے کے لیے ملتوی کیا جائے۔ یعنی یہ کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے بارے میں قواعد کو نظر انداز کر دیا گیا ہے یا اس کا تکمیلی عمل انتہائی سُست ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد تو یہ عمل بالکل رُک گیا ہے جب کہ اس بارے میں ساری قوم کو انتہائی تشویش ہے۔ سینیٹ کو چاہیئے کہ وہ اسلامی نظام کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور اس میں تاخیر کی وجوہات کے بارے میں مفصل بحث کرے۔"

۲۔ اسلامی نظام کا نفاذ ایک تدریجی عمل ہے اور اس کا نفاذ مرحلہ وار ہو رہا ہے۔ یہ معاملہ نہ تو فوری عوامی اہمیت کا حامل ہے اور نہ ہی یہ حالیہ وقوعہ ہے۔ لہٰذا یہ تحریک سینیٹ کے قواعد ضابطہ کار انصرام کارروائی ۱۹۷۳ء کے قاعدہ ۷۱ (الف) اور (ج) کی رو سے منظور نہیں کی جا سکتی۔

۳۔ چیئرمین سینیٹ نے فرمایا ہے کہ تحریکِ التوا کے طور پر یہ تحریک واضح طور پر ناقابلِ منظوری ہے۔ تاہم اسے موزوں الفاظ میں نجی رکن کی قرارداد کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ لہٰذا آپ سے استدعا ہے کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو اس مسئلہ کو نجی رکن کی قرارداد کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

آپ کا مخلص
کریم خان مردٹ
ڈپٹی سیکرٹری

تحریکِ استحقاق

جناب چیئرمین صاحب! میں نے ۲۸ مئی ۸۵ء کو سینیٹ کے حالیہ اجلاس میں زیرِ بحث لانے کے لیے ایک تحریکِ التواء بھیجی تھی جس کا موضوع یہ تھا کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے بارہ میں اقدامات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے یا اس کا تکمیلی عمل نہایت سست ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد تو یہ عمل بالکل رُک گیا ہے اور اس بارہ میں ساری قوم کو انتہائی تشویش ہے اور سینیٹ کو چاہیئے کہ وہ اسلامی نظام کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور اس میں تاخیر کی وجوہات کے بارہ میں مفصل بحث کرے۔

اس تحریکِ التواء (نمبر ۳/۸۵ کیو اے پی سینیٹ) کو سینیٹ کو سیکرٹریٹ نے ۳۰ جون ۸۵ء کو ڈاک کے ذریعے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ تحریک واضح طور پر ناقابلِ منظوری ہے اور نہ فوری عوامی اہمیت کی حامل ہے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں قطع نظر اس بات کے کہ یہ تحریک اسلامی نظام کے نفاذ جیسے اہم، قومی و ملی حساس مسئلے سے متعلق تھی۔ میری قطعی رائے یہ ہے کہ کسی تحریکِ التواء کے منظور یا نامنظور ہونے کا فیصلہ ایوان میں تحریک پیش ہونے اور اس کے حق یا مخالفت میں فاضل ارکان کے دلائل سننے کے بعد ہی جناب چیئرمین کر سکتے ہیں، لیکن اس انداز سے بالا ہی بالا مسترد کر دینے کی روایت پڑ گئی تو کوئی رکن اپنے قومی و ملی فرائض کی ادائگی سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ اس لیے اس تحریکِ التواء کے مسترد کر دینے سے نہ صرف میرے بلکہ سارے سینیٹ کا استحقاق مجروح ہُوا ہے اور مجھے ایوان میں اپنی تحریک کے حق میں اپنا مُوقف پیش کرنے کا حق دیا جائے۔

(سمیع الحق ممبر سینیٹ)

تحریکِ استحقاق کے بارہ میں تقریر

جناب چیئرمین۔ اور کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

مولانا سمیع الحق: جناب میں بنیادی بات تو اس تحریک میں کہہ چکا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر شاید میری یہ رائے غلط ہو کہ کوئی بات مسئلہ آپ چیمبر سے مسترد نہیں کر سکتے۔ اور آپ کو یہ حق حاصل بھی ہو کہ آپ چیمبر سے مسترد کر سکتے ہیں پھر بھی میری گزارش یہ ہوگی کہ اب تک اس ملک میں جو روایات چلی آرہی ہیں اور اس سے پہلے کی حکومت موجودہ حکومت اور دنیا بھر کے ایوانوں میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کا حق چیئرمین صاحب کو ہوتا بھی ہے لیکن وہ جمہوری روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایوان میں اس چیز کو آنے کا موقع دیتے ہیں ـــــ ۱۹۷۲ء، ۷۶، یا ۷۷ء تک میں نے اسمبلی کی تمام کارگذاری دیکھی تھی اور ہر قسم کی جو تحریکیں وہاں بھیجی جاتی تھیں تو اس کے مسترد ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ چیئرمین صاحب یا سپیکر صاحب ایوان میں کرتے تھے۔ تو میرے سامنے جو آپ کے قواعد وضوابط ہیں اس میں مجھے کہیں بھی واضح طور پر یہ نہیں ملا کہ چیئرمین چیمبر میں بھی مسترد کر سکتے ہیں، بلکہ بعض دفعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدھے گھنٹے تک گویا یہ ایوان اس فیصلہ کے بارے میں بحث کر سکتا ہے کہ یہ تحریکِ التواء قابلِ قبول ہے یا نہیں؟ اس کے قانون کے مطابق ہونے یا نہ ہونے پر بھی آدھ گھنٹہ کم از کم بحث کی جا سکتی ہے۔ کل آپ نے فرمایا تھا کہ قواعد وضوابط ضروری ہوتے ہیں۔ ٹھیک ہے مگر یہ اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ بعض روایات کو بھی برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ اگر آنجناب نے اسے ایوان میں آنے کے بعد مسترد کیا ہوتا تو آپ کو حق حاصل تھا اور میں اس کو تسلیم کر لیتا۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ آپ نے جو خط مجھے بھیجا ہے اس میں لکھا ہے کہ یہ نہ فوری عوامی اہمیت کا معاملہ ہے اور نہ ہی حالیہ وقوعہ ہے۔ تو میں نے جو الفاظ اپنی تحریک میں پیش کیے ہیں اس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہ ایک حالیہ وقوعہ ہے۔ وہ یہ کہ ایک ذرائع سے اس کو زیرِ بحث لائیں گے، روکیں گے، لیکن جب ایک ٹرین راستے ہی میں اپنا پروگرام بدل دے اور کسی دشت وصحرا میں رُک جائے تو وہ حالیہ وقوعہ ہوگا، یا اس کی سمت کراچی جانے کی بجائے کوئٹہ کی طرف ہو جائے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ حالیہ وقوعہ اسے حالیہ وقوعہ سے نشاندہی کی ہے کہ پہلے دو، چار یا پانچ مہینوں سے وہ جوش وخروش وہ ولولہ جو ہمیں چاہیے تھا جو اس ریفرنڈم اور تمام انتخابات کے لیے بنیادی جواز پیدا کر رہا تھا۔ اگر وہ عمل رُک جائے یا اُس میں سُستی آجائے تو اس سے وہ پورا قومی مقصد تباہ ہو جائے گا جو صدر مملکت کو

ریفرنڈم میں بیلٹ پیپر اسلام کا نام تھا اور صدر صاحب کا نام ھی نہیں تھا جب صدر صاحب اور اسلام لازم وملزوم قرار دیے گئے اور یہ اسمبلیاں اسی عمل کے لئے تشکیل دی گئیں۔ اگر اس معاملے کو روک دیا یا سمت بدل دیا تو قوم یہ کہہ سکتی ھے کہ ھم اپنا ووٹ واپس لیتے ھیں ھمارا ووٹ جس چیز کے لئے مشروط تھا وہ خود بخود ختم ھو جائے گا۔

ٹرین کراچی تک جاتی ہے اور پروگرام کے مطابق اس کا سفر جاری ہے، جیسے وی۔سی۔آر سے فحاشی پھیلنے سے۔ میری تحریک کے بارہ میں بھی آپ نے یہی لکھا کہ یہ جاری عمل ہے۔ ٹھیک ہے، اگر بُرائی پہلے سے جاری ہے تو پھر تحریک التوا کے ذریعہ نہیں تو اور چیزوں کے نہیں ہے۔

تو میں نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ اسلام کے بارے میں پہلے جو کچھ تھا، اعلانات تھے وعدے تھے یا زبانی اقدامات تھے لیکن میں نے یہ کہا ہے کہ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد تو یہ بالکل رُک گیا ہے اس لحاظ سے میں نے قوم نے دیا ہے کہ:

ریفرنڈم میں بیلٹ پیپر پر اسلام کا نام تھا اور صدر صاحب کا نام ہی نہیں تھا۔ جب صدر صاحب اور اسلام لازم وملزوم قرار دیے گئے اور یہ اسمبلیاں اسی عمل کے لیے تشکیل دی گئیں اگر اس معاملے کو روک دیا یا سمت بدل دی تو قوم یہ